مسلم خواتین سے

اسلام کے مطالبات

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فہرست عنوانات

پیش لفظ	۴
دنیائے اسلام	۵
غیر شعوری مسلمان	۷
مسلمان ہونے کے معنی	۸
جماعت اسلامی کیا مطالبہ کرتی ہے؟	۱۳
آپ کے فرائض	۱۷
آپ کا پہلا کام	۱۸
آپ کا دوسرا کام	۱۸
آپ کا تیسرا کام	۱۹
آپ کا چوتھا کام	۲۰
ایک فیصلہ طلب سوال	۲۲
نازک وقت آرہا ہے	۲۴
حکومت اور رائے عام	۲۵
اسلامی حکومت میں خواتین کے حقوق	۲۶
مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا فرق	۳۰
پورا اسلام یا پوری فرنگیت	۳۲

پیش لفظ

یہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ایک تقریر ہے جو موصوف نے شہر لاہور کی جماعت اسلامی کی رکن اور ہمدرد خواتین کے ایک اجتماع عام میں ۱۵؍فروری ۱۹۴۸ء کو فرمائی تھی۔ اگرچہ اس تقریر کی مخاطب خواتین پاکستان ہیں اور اس لیے قدرتاً اس تقریر کے اندر پاکستان کے مخصوص مسائل کی جھلک موجود ہے مگر اس کے باوجود اس میں جو اصولی باتیں بیان ہوئی ہیں وہ پاکستانی اور غیر پاکستانی سب ہی خواتین کے لیے یکساں قابل توجہ اور مفید ہیں۔ اسی پہلو کو سامنے رکھ کر ہم اس اہم اور مفید تقریر کو اپنے ملک کی خواتین کے سامنے بھی پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اس سے انھیں اپنا دینی موقف پہچاننے میں بڑی مدد ملے گی۔

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعریف اس خدا کے لیے ہے جو ساری کائنات کا اور اس کے رہنے والوں کا خالق، مالک، رازق، مربّی، اور نگہبان ہے، جس نے انسان کو عقل عطا کی، صحیح اور غلط کی سمجھ دی، بھلے اور برے کی تمیز بخشی، سوچنے سمجھنے اور زندگی کے راستے پہچاننے کی قابلیت عطا کی اور انسان کی رہنمائی کے لیے اپنی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے اور درود و سلام ہو اللہ کے ان نیک بندوں پر جنھوں نے انسان کو زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ دکھایا، اسے پاکیزہ اخلاق کی تعلیم دی اور دنیا میں انسان بن کر رہنے کا طریقہ سکھایا۔

دنیائے اسلام

ماؤ! بہنو! بیٹیو! آج اس دنیا میں کروڑوں انسان ایسے پائے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، مگر جس دنیا کو ہم دنیائے اسلام کے

نام سے موسوم کرتے ہیں اس کا حال بالکل ایک چڑیا گھر کا سا ہے۔ جس طرح چڑیا گھر میں قسم قسم کا جانور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والا موجود ہوتا ہے اور مختلف قسم کے جانوروں میں کوئی چیز اس کے سوا مشترک نہیں ہوتی کہ سب ایک چڑیا گھر میں رہتے ہیں تقریباً ایسا ہی حال مسلمانوں کی دنیا کا بھی ہے کہ اس میں طرح طرح کے آدمی جمع ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جنھیں خدا کے وجود میں شک ہے، ایسے بھی ہیں جن کو وحی و رسالت میں شبہ ہے ایسے بھی ہیں جو آخرت کے منکر ہیں اور یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد خدا کی عدالت میں کبھی اس زندگی کا حساب بھی پیش کرنا ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو بھلائی اور برائی کی اس تمیز سے انکار کرتے ہیں جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جانوروں کی طرح غافل زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، وہ بھی ہیں جن کی نگاہ میں اسلام کا سکھایا ہوا طریقِ زندگی صحیح نہیں ہے اور جنھوں نے دنیا کے دوسرے طریقوں میں سے اپنی خواہشات کے مطابق کوئی طریقہ پسند کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور مسلمان کہلائے جانے پر مصر بھی ہیں اور وہ تمام حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کی سوسائٹی میں ایک مسلمان ہی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس مجموعے میں بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو فی الواقع اس معنی میں مسلمان ہوں جس معنی میں اسلام کسی شخص کو مسلمان کہتا ہے۔

غیر شعوری مسلمان

آخر یہ صورت حالات کیوں ہے؟ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہماری مسلمان دنیا زیادہ تر نسلی مسلمانوں پر مشتمل ہے، جو صرف اس وجہ سے مسلمان ہیں کہ ان کے باپ دادا مسلمان تھے اور اتفاق سے یہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوگئے۔ آپ اگر سنجیدگی سے غور کریں تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہوجائے گی کہ انسان کو پیدائش سے نسب مل سکتا ہے، نسلیت مل سکتی ہے، وطنیت مل سکتی ہے، لیکن کسی شخص کو محض پیدائش سے اسلام نہیں مل سکتا۔ آدمی پیدائشی طور پر جاٹ ہوسکتا ہے، راجپوت ہوسکتا ہے، ہندوستانی ہوسکتا ہے، انگریز اور جرمن ہوسکتا ہے لیکن ماں کے پیٹ اور باپ کے نطفہ سے آدمی کو دین نہیں مل سکتا، دین تو صرف اس طرح حاصل ہوسکتا ہے کہ آدمی جان بوجھ کر اسے پسند کرے اور اپنے ارادہ سے اس کو اختیار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ نسلی مسلمان ہیں اور محض باپ دادا کے گھر سے انھیں اسلام سے نسبت حاصل ہوئی ہے ان کے پاس مسلمانوں کے سے نام تو ہیں لیکن وہ صفت ان میں مفقود ہے جس کا نام اسلام ہے۔ ان کے سامنے وہ طریق زندگی ہے ہی نہیں جو اسلام نے ان کے لیے تجویز کیا ہے۔ انھوں نے نہ کبھی اسے جاننے کی کوشش کی ہے نہ اسے اپنے لیے پسند کیا ہے اور نہ اس پر چلنے کا ارادہ کیا ہے۔ حالانکہ اسلام

کی جو حقیقت ہے وہ نبی ﷺ کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

ذاق طعم الا یمان من رضی باللّٰہ رباً
وبمحمد رسولاً وبالا سلام دیناً

یعنی ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو راضی ہو گیا اس پر کہ اللہ ہی اس کا رب ہو، اسلام ہی اس کا طریق زندگی ہو اور محمد ﷺ اس کے رہنما ہوں۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شخص نے سوچ سمجھ کر اسلام کو برضا ورغبت قبول نہیں کیا وہ اسلام اور ایمان کے مزے تک سے نا آشنا ہے، اس نے دین کا ذائقہ چکھا ہی نہیں۔

مسلمان ہونے کے معنی

مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ایک آدمی پورے شعور کے ساتھ یہ فیصلہ کرے کہ دنیا میں خدائی، پروردگاری اور آقائی کے جتنے مدعی پائے جاتے ہیں ان میں سے صرف ایک رب العالمین ہی کی بندگی اسے کرنی ہے۔ جن جن طاقتوں کا یہ دعویٰ ہے کہ آدمی ان کی مرضی کی پیروی کرے، ان کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی شخصیت کو ان کے حوالے کر دے، ان سب میں سے صرف ایک اللہ ہی کی ہستی ایسی ہے جس کے آگے سرِ اطاعت اسے جھکا دینا ہے اور وہی ہے جس کی مرضی اسے ڈھونڈھنی ہے۔

پھر مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے مختلف طریقوں کے درمیان آدمی یہ فیصلہ کرلے کہ اسے صرف وہی ایک طریقہِ زندگی پسند ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ دوسرے طریقوں کو ترجیح دینا تو درکنار ان کی طرف رغبت اور لگاوٹ بھی اس کے دل میں نہ ہو، اس کو دل سے اسلام ہی کا طریقہ مرغوب اور پسندیدہ ہو۔ پھر مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں انسان کی رہنمائی اور رہبری کے جتنے مدعی گزرے ہیں اور آج پائے جاتے ہیں ان سب کے درمیان ایک محمد ﷺ ہی کو آدمی اپنی رہنمائی کے لیے چن لے اور فیصلہ کرلے کہ اسے بس آپؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔

اس طرح جب کوئی شخص اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا رہنما تسلیم کرلے تب کہیں وہ مسلمان ہوتا ہے اور جس نے اس طرح سے اسلام قبول کیا اس کا کام یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو اللہ کی مرضی اور اسلام کے قانون اور محمد ﷺ کی ہدایت کے تابع کردے پھر اس کے لیے چون و چرا کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ پھر اسے یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں یہ حق دیا ہے، اور اگرچہ محمد ﷺ نے اس میں یہ رہنمائی کی ہے، اور اگرچہ قرآن اس بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے، مگر میری رائے اس سے متفق نہیں ہے اور میں چلوں گا اپنی ہی رائے پر، یا دنیا کا چلتا ہوا طریقہ اس کے خلاف ہے اور مجھے پیروی اسی طریقہ کی

کرنی ہے جو دنیا میں چل رہا ہو۔ یہ رویہ جس شخص کا ہو اس کے متعلق سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقت میں وہ ایمان لایا ہی نہیں ہے۔ حقیقی ایمان لانا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی پسند کو، اپنی خواہشات اور جذبات کو، اپنے خیالات اور نظریات کو پوری طرح اسلام کے ماتحت کردے اور ہر اس غیر اسلامی طریقہ کو رد کردے جو دنیا میں رائج و مقبول ہو یا جس کی طرف نفس کا شیطان رغبت دلائے۔ یہی بات ہے جس کو نبی ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہوجائیں جسے میں لایا ہوں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی کے نفس کا شیطان خدا کے آگے ڈگیں نہ ڈال دے اور محمد ﷺ کی رہنمائی کے آگے سر تسلیم خم نہ کردے اس وقت تک آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک کسی شخص کے نفس کا یہ دعویٰ قائم ہے کہ زندگی میں میری خواہش کی اطاعت ہونی چاہیے، اس وقت تک اس کے دل میں ایمان و اسلام نہیں ہے ایمان و اسلام یہ ہے کہ آدمی کا دل کہنے لگے کہ میں بے چون و چرا دین کی اطاعت پر راضی ہوں۔

پھر اسلامی زندگی کے معنی یہ ہیں کہ آدمی میں ذمہ داری کا احساس

ہو۔ مومن کی زندگی ایک ذمہ دارانہ زندگی ہوتی ہے۔ جس دل میں ایمان موجود ہو وہ کبھی اس احساس سے خالی نہیں ہوسکتا کہ اسے اپنی زندگی کے سارے اعمال کے لیے، خیالات کے لیے خدا کے سامنے جوابدہی کرنی ہے، اس کو مرنے کے بعد یہ حساب دینا ہے کہ دنیا میں اس نے کیا کیا؟ کیا کہا اور سنا؟ کن طریقوں سے زندگی بسر کی؟ کن مشاغل میں اپنی قوتیں اور قابلتیں صرف کیں؟ کن ذرائع سے کمایا؟ اور کن راہوں میں اپنے مال کو صرف کیا؟ اور کن مقاصد کے لیے دنیا میں سعی وکوشش کی؟ مومن کبھی اس خیال میں مبتلا نہیں ہوتا کہ ہمیں بس مر کر مٹی ہو جانا ہے اور دنیا سے اسی طرح گزر جانا ہے کہ زندگی کے افعال واعمال کا کوئی نتیجہ برآمد ہی نہ ہوگا۔ نہیں، وہ پختہ یقین رکھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد پھر ایک زندگی ہے جس میں خدا کے سامنے حاضر ہوکر اسے اپنے ایک ایک کام کا، ایک ایک حرکت کا اور ایک ایک ذرّے کا حساب دینا ہے۔ اسی چیز کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ٥

خبردار تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

رعیت سے مراد وہ سب کچھ ہے جو آدمی کے چارج میں دیا گیا ہے، چاہے وہ بال بچے ہوں یا نوکر اور ماتحت ہوں، یا جانور اور اسباب زندگی

ہوں۔ جس شئے پر بھی کسی انسان کا حکم چلتا ہو اور جو کوئی اس کے تابع ہو وہی اس کی رعیت ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے دنیا میں کوئی بھی بے رعیت نہیں ہے۔ ہر ایک کسی نہ کسی دائرے میں راعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورت گھر کی راعی ہے، شوہر بال بچوں کا راعی ہے، افسر ماتحتوں کا راعی ہے، حکمراں پوری آبادی کا راعی ہے۔ بہر حال ہر انسان کسی نہ کسی طرح کا ضرور راعی ہے اور کوئی نہ کوئی اس کے چارج میں ضرور ہے۔ اسی نوعیت کے متعلق نبی ﷺ آدمی کو متنبہ کرتے ہیں کہ خبر دار ہو، تم اپنی رعیت کے ذمہ دار ہو اور تمہیں اپنے خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہوگی کہ تم نے اپنی رعیت پر اختیارات کس طرح استعمال کیے؟ یہ عقیدہ مسلمان کی زندگی کو ایک ذمہ دارانہ زندگی بناتا ہے۔ مسلمان کبھی اس طرح کی زندگی بسر نہیں کرسکتا کہ وہ جو چاہے کھائے، جو چاہے پہنے، جن مشاغل میں چاہے اپنی قوتیں اور اپنا وقت صرف کرتا رہے، جدھر خواہشات نفس لے جائیں ادھر آزادی سے بڑھتا چلا جائے۔ وہ کوئی چھوٹا ہوا جانور نہیں ہوتا کہ جس کھیت میں چاہے گھس جائے، جہاں ہرا چارہ نظر آئے منھ مار دے اور جس راستے پر منھ اٹھ جائے اسی پر دوڑنے لگے۔ مسلمان کی زندگی کی صحیح مثال وہ ہے جو نبی ﷺ نے اس حدیث میں فرمائی ہے کہ:

مثل المومن و مثل الایمان کمثل الفرس
فی اخیتہٖ یجول ثم یرجع اِلیٰ اخیتہٖ ٥

''مسلمان اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے کھونٹے سے بندھا ہوا
گھوڑا ہوتا ہے کہ چاہے وہ کتنی ہی گردشیں اور جولانیاں دکھائے،
بہرحال اس کے گلے کی رسی مجبور کر دیتی ہے کہ وہ ایک خاص حد پر
پہنچنے کے بعد اپنے کھونٹے کی طرف پلٹ آوے۔''

مسلمان جب ایمان و اطاعت کے کھونٹے سے بندھا ہے تو رسی کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو، بہرحال وہ ایک خاص دائرے کے اندر ہی گھوم پھر سکتا ہے، اس کی حدود سے باہر نہیں جا سکتا۔ وہ اپنی ساری قوتیں اور کوششیں اسی حد کے اندر صرف کر سکتا ہے جو خدا اور رسولؐ نے مقرر کر دی ہیں۔ اس کی ساری دلچسپیاں، ساری سرگرمیاں، اور تمام کاروائیاں مقررہ حدود کے اندر ہی محدود رہیں گی۔ ان حدود سے باہر جانے کی وہ جرأت نہیں کر سکتا۔

جماعت اسلامی کیا مطالبہ کرتی ہے؟

اسلام کی اس مختصر تشریح کے بعد اب میں عرض کروں گا کہ ہم یعنی جماعت اسلامی کے خادم اور کارکن کیا چاہتے ہیں؟

ہماری دعوت سب لوگوں کو یہ ہے کہ وہ اسلام کو جس کی حقیقت یہ ہے، اچھی طرح جانچ کر، پرکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ وہ اسے اپنی زندگی کے دین کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں یا نہیں جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، اسلام پیدائش سے حاصل نہیں ہوتا، نسل اور نسب سے نہیں مل جاتا۔

پس یہ ضروری ہے کہ اس سوال کو آپ کے سامنے رکھا جائے اور آپ سے صاف صاف پوچھا جائے کہ آیا فی الواقع آپ اسے برضا ورغبت قبول کرتی ہیں یا نہیں؟ آپ اس کی عائد کردہ پابندیوں کو اٹھانے پر راضی ہیں یا نہیں؟ آپ کو ایمان کے کھونٹے اور اطاعت کی رسی سے بندھ جانا منظور ہے یا نہیں؟ اگر کسی کو یہ دین پسند نہ ہو اور اسلام کے اصول وحدود کے اندر رہنا گوارا نہ ہو تو اسے پورا اختیار ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے، لیکن چھوڑنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صاف صاف اسے رد کر دے، اپنا نام بدلے، اپنا تعلق مسلمان سوسائٹی سے منقطع کر لے، اپنے آپ کو مسلمان کہنا چھوڑ دے اور پھر آزادی کے ساتھ جس راہ پر جانا چاہے جائے، اپنے نئے مسلک کے مطابق جو نام پسند ہو اسے اختیار کرے اور جو سوسائٹی اسے مرغوب ہو اس میں شامل ہو جائے یا اپنے ہم خیال لوگوں کو ساتھ لے کر کوئی نئی سوسائٹی بنائے۔ بہر حال یہ فریب اور یہ مسخرا پن اب ختم ہونا چاہیے جو آج کل لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ اسلام پسند بھی نہیں ہے، اس کی پیروی پر راضی بھی نہیں ہیں، خیال اور عمل میں اسے چھوڑ کر دوسرے طریقے اختیار بھی کر چکے ہیں مگر اصرار ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کہلائے جانے پر مصر ہی نہیں ہیں بلکہ اسلام کے علمبردار اور اس کے مفتی بھی بنے پھرتے ہیں۔ یہ کھیل بہت دنوں کھیلا جا چکا، اب ہم اسے چلنے نہیں دیں گے۔ اسی طرح یہ منافقانہ رویہ بھی ختم ہو جانا چاہیے کہ اسلام کی جو چیزیں اپنے مفاد

اور اغراض کے مطابق نظر آئیں وہ تو قبول کر لی جائیں اور جو چیزیں خواہش نفس کے مطابق نہ ہوں انھیں رد کر دیا جائے۔ یہ اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے جس کا طعنہ نبی ﷺ کی زبان سے سے یہودیوں کو دیا گیا تھا کہ کتابِ الٰہی سے اپنی پسند کی چیزوں کو تو لے لیتے ہیں اور جو پسند نہ ہوں انھیں رد کر دیتے ہیں۔ یہ نفس پرستی اور خواہش کی بندگی کا جعلی سکہ اب ایمان کے نام سے نہیں چل سکتا۔ کسی شریف آدمی کے لیے بھی یہ جعل سازی اور فریب کاری باعزت نہیں ہے کہ اپنے مطلب کے لیے تو وہ مسلمان اور اسلام کے نام پر اپنے حقوق مانگے، مگر اسلام کی پیروی کے لیے وہ مسلمان نہ ہو۔ ہم ہر شخص کے سامنے یہ سوال رکھتے ہیں اور اس کا دوٹوک جواب چاہتے ہیں کہ تمھیں اسلام اپنے طریقِ زندگی کی حیثیت سے پسند ہے یا نہیں؟ پسند نہیں ہے تو براہ کرم صاف انکار کرو اور ملت کے دائرے سے باہر ہو جاؤ اور اگر پسند ہے اور فی الحقیقت تم مسلمان رہنا چاہتے ہو تو سچے دل سے اسے قبول کرو، اسلام کے ایک جز یا اجزاء کو نہیں بلکہ پورے اسلام کو لو، سیدھی طرح اطاعت کا رویہ اختیار کرو اور اسلام کو اپنا دین مان لینے کے بعد پھر آزادی کا دعویٰ مت کرو۔ مسلمان ہونے کے بعد کسی کو یہ کہنے کا حق رہتا ہی نہیں کہ ہم اپنی عقل اور اپنی پسند کے مطابق جو طریقے چاہیں گے اختیار کریں گے۔ اسلام اس آزادی کو آپ کا حق نہیں مانتا۔

یہ بات ہمیں صرف مردوں ہی سے نہیں کہنی ہے بلکہ عورتوں سے بھی یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ ہم عورتوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے شخصیتوں کو مردوں کی شخصیتوں میں گم نہ کردیں۔ اپنے دین کو مردوں کے حوالے نہ کریں۔ وہ مردوں کا ضمیمہ نہیں ہیں، ان کی اپنی ایک مستقل شخصیت ہے۔ عورتوں کو بھی مردوں ہی کی طرح خدا کے روبرو پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال وافعال کا خود حساب دینا ہے۔ قیامت کے روز ہر عورت اپنی ہی قبر سے اٹھے گی، اپنے باپ یا بھائی کی قبر سے نہیں اٹھے گی۔ اپنے اعمال کا حساب دیتے وقت وہ یہ کہہ کر نہ چھوٹ جائے گی کہ میرا دین میرے مردوں سے پوچھو۔ اپنے طریق زندگی کی وہ خود ذمہ دار ہے اور اسے خدا کے سامنے اس بات کی جواب دہی کرنی ہوگی کہ وہ جس طریقہ پر چلتی رہی کیا سوچ کر چلتی رہی؟ لہٰذا ہم عورتوں کا سوال مردوں کے سامنے نہیں خود عورتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ اپنی راہِ زندگی کا فیصلہ تم خود کرو اور اس امر کا لحاظ کئے بغیر کرو کہ تمہارے مردوں کا فیصلہ کیا ہے؟ اسلام تمہیں اپنے دین کی حیثیت سے پسند ہے یا نہیں؟ اس کے اصول، اس کے حدود، اس کی عائد کی ہوئی پابندیاں، اس کی ڈالی ہوئی ذمہ داریاں، غرض ساری ہی چیزیں دیکھ کر فیصلہ کرو کہ وہ تمہیں قبول ہے یا نہیں؟ اگر ان سب چیزوں کے ساتھ اسلام قبول ہے تو سچے دل سے اس کی پیروی کرو، ادھورے نہیں بلکہ پورے اسلام کو اپنا دین بناؤ، اور پھر جان

بوجھ کر اس سے انحراف نہ کرو اور اگر قبول نہیں ہے تو شرافت اور سچائی اسی میں ہے کہ صاف صاف اور علانیہ اسے چھوڑ دو اور اس کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔

یہ بات ایک مدت سے ہم کہہ رہے ہیں اور آپ کو اگر ہمارے لٹریچر سے کچھ واقفیت ہو اور آپ اس سے مطلع ہوں تو آپ بھی اس بات کو جانتی ہوں گی کہ ہم نے ہمیشہ اپنے ارکان اور ہمدردوں سے یہی کہا ہے کہ آپ گھر کی عورتوں، ماؤں، بہنوں، بیویوں، بیٹیوں پر اسلام کی تبلیغ ضرور کریں، مگر خدا کے لیے انھیں قوّامیت کے زور سے اپنے مسلک کی طرف نہ کھینچیں۔ انھیں سوچنے سمجھنے کی اور رائے قائم کرنے کی پوری آزادی دیں۔ مبلغ کا حق بس اتنا ہی ہے کہ آپ اسلام کے مطالبے کو ان کے سامنے رکھیں اس کے بعد عورتوں کو اس امر کا فیصلہ خود کرنے کی آزادی ہونی چاہیے کہ انھیں یہ مطالبہ قبول ہے یا نہیں؟

آپ کے فرائض

اس طرح سوچ سمجھ کر جو خواتین بطور خود اسلام کو اپنا دین بنائیں ان کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان کے کرنے کے کام کیا کیا ہیں:

آپ کا پہلا کام

یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنے اندر سے جاہلیت کی ایک ایک چیز کو چن چن کر نکالیں۔ اپنے اندر یہ تمیز پیدا کریں کہ کیا چیزیں اسلام کی ہیں اور کیا چیزیں جاہلیت کی ہیں؟ پھر اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور بے لوث محاسبہ کر کے دیکھیں کہ اس میں جاہلیت کا تو کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ ایسے جو اثرات بھی ہیں ان سے اپنی زندگی کو پاک کیجئے اور اپنے خیالات کو، اپنی معاشرت کو، اپنے اخلاق کو اور اپنے پورے طرز عمل کو دین کے تابع کر دیجئے۔

آپ کا دوسرا کام

یہ ہے کہ گھر کی فضا کو درست کریں۔ اس فضا میں پرانی جاہلیت کی جو رسمیں چلی آ رہی ہیں ان کو بھی نکال باہر کریں اور نئے زمانے کی جاہلیت کے جو اثرات انگریزی دور میں ہمارے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں، انھیں بھی خانہ بدر کر دیں۔ اس وقت ہمارے گھروں میں پرانے زمانہ کی جاہلیت اور نئے زمانہ کی جاہلیت کا ایک عجیب مرکب رائج ہے۔ ایک طرف تو وہ ''روشن خیالی'' ہے جو ہماری مسلمان خواتین کو فرنگیت زدہ شکل میں لا رہی ہے اور دوسری طرف اسی روشن خیالی کے ساتھ ساتھ پرانے زمانے کے جاہلانہ تخیلات، مشرکانہ عقیدے اور غیر اسلامی رسمیں بھی ہماری

معاشرت میں برقرار ہیں۔اب جن خواتین کو اپنے ایمانی فرائض کا احساس ہو جائے ان کا کام یہ ہے کہ پرانی جاہلیت کی رسموں اور تصورات کو بھی چن چن کر گھروں سے نکالیں اور نئے زمانے کی جاہلیت کے ان مظاہر کا بھی خاتمہ کریں جو فرنگی تعلیم اور انگریزی تہذیب کی اندھی تقلید کی بدولت گھروں میں گھس آئے ہیں۔

آپ کا تیسرا کام

یہ ہے کہ اپنے بچوں کو اسلامی طرز پر تربیت دیں۔ ہماری نئی نسلیں اس لحاظ سے بڑی بدقسمت ہیں کہ گھروں کے اندر کبھی قرآن کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑتی اور نہ وہ اپنی آنکھوں سے گھر کے لوگوں کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ہم اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ بچپن میں ہم اپنے گھروں میں قرآن کی آواز سنتے تھے اور اپنے بڑوں کو نماز پڑھتے دیکھتے تھے۔ ہمارے گردوپیش بہر حال کچھ نہ کچھ آثار دین کے باقی تھے لیکن موجودہ نسل کی یہ بدقسمتی انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ گھروں کی جس فضا میں وہ پرورش پا رہی ہے اس میں نہ قرآن کی آواز کبھی گونجتی ہے نہ نماز کا منظر کبھی سامنے آتا ہے۔اگر ہمارے گھروں کا یہی حال رہا اور نسلیں اسی طرح غلط تربیت حاصل کرتی رہیں تو جب زندگی کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں آئے گی اس وقت شاید اسلام کا نام بھی باقی نہ رہ سکے گا۔

آپ اب اس صورت حال کو ختم کریں اور اس فکر میں لگ جائیں کہ گھروں کی معاشرت میں روز مرہ کے رہن سہن ، زندگی کے مختلف معمولات میں اسلام نمودار ہو اور وہ ہمارے بچوں کو آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا نظر آئے۔ بچے اسے دیکھیں، اس کا مزہ چکھیں اور اس سے اثر قبول کریں۔ ان کے کانوں میں بار بار قران کی آواز پڑے۔ وہ دن میں پانچ مرتبہ گھر میں نماز کا منظر دیکھیں، پھر وہ اپنی فطرت کے تحت اپنے بڑوں کی تقلید کریں اور انھیں نماز پڑھتا دیکھ کر خود بخود ان کی نقل اتاریں۔ وہ توحید کا پیغام سنیں اور سیاست کا مدعا سمجھیں، اسلام کا نقش ان کے دلوں پر قائم ہو، ان کی عادات درست ہوں، ان کے اندر اسلامی ذوق پیدا ہو۔ نئی نسل کے لیے یہ سب کچھ ہمیں درکار ہے۔ پس وہ تمام عورتیں جو اسلام کو قبول کریں انھیں چاہیے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی گودوں اور اپنے گھروں کو مسلمان بنائیں تاکہ ان میں ایک مسلمان نسل پروان چڑھ سکے۔

آپ کا چوتھا کام

یہ ہے کہ اپنے گھر کے مردوں پر اثر ڈالیں ، اور اپنے شوہروں ، باپوں، بھائیوں اور بیٹوں کو اسلام کی زندگی کی طرف بلائیں۔ عورتوں کو نہ معلوم یہ غلط فہمی کہاں سے ہوگئی ہے کہ وہ مردوں کو متاثر نہیں کرسکتیں۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ عورتیں مردوں پر بہت گہرے اثرات ڈال سکتی ہیں۔ مسلمان لڑکی اگر یہ کہنے لگے کہ اس کو محمد ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شکل پسند ہے، اور چرچل اور ٹرومین کی شکل پسند نہیں ہے، تو آپ دیکھیں گی کہ کس طرح مسلمان نوجوانوں کی شکلیں بدلنی شروع ہو جائیں گی۔ مسلمان عورت اگر کہنے لگے کہ اسے کالے ''صاحب لوگوں'' کا طرز زندگی مرغوب نہیں ہے بلکہ اسے اسلامی زندگی مرغوب ہے جس میں نماز ہو، روزہ ہو، پرہیز گاری اور حسن اخلاق ہو، خدا کا خوف اور اسلامی آداب وتہذیب کا لحاظ ہو تو آپ کی آنکھوں کے سامنے مردوں کی زندگیاں بدلنے لگیں گی۔ مسلمان بیوی اگر صاف صاف کھول کر کہہ دے کہ اسے حرام کی کمائی سے سجائے ہوئے ڈرائنگ روم پسند نہیں ہیں، رشوت کے روپے سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں ہے، بلکہ وہ حلال کی محدود کمائی میں روکھی سوکھی روٹی کھا کر جھونپڑے میں رہنا زیادہ عزیز رکھتی ہے، تو حرام خوری کے بہت سے اسباب ختم ہو جائیں گے اور کتنی ہی رائج الوقت خرابیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

اسی طرح پر اگر تمام بہنیں اصلاح احوال کی مہم شروع کر دیں، جنھوں نے اسلام کو اپنے لیے دین تسلیم کر لیا ہے، تو وہ اپنے اعزاء واقرباء، اپنے خاندان کے لوگوں، اور اپنے میل ملاپ رکھنے والے گھرانوں کو بھی بہت سی خرابیوں سے بچا سکتی ہیں اور انھیں نئی اور پرانی جاہلیتوں سے پاک کر سکتی

ہیں۔آپ کا فرض ہے کہ آپ شیریں طریقے سے اپنے عزیزوں اور ملنے جلنے والوں کے سامنے جاہلیت کے طریقوں پر تنقید کریں، انھیں اسلام کے احکام سمجھائیں، ان کو اسلام کے حدود سے آگاہ کریں اور خود بھی اسلامی حدود کی پابندی کر کے اپنا صحیح نمونہ ان کے سامنے پیش کریں۔یوں اگر کام کیا جائے تو ہماری سوسائٹی کا پورا ڈھانچہ درست ہوسکتا ہے۔

ایک فیصلہ طلب سوال

اب اگر آپ نے اسلام فی الواقع اپنے لیے پسند کرلیا ہے تو آپ کے سامنے یہ سوال دوٹوک فیصلہ کے لیے آن کھڑا ہوگا کہ آیا آپ جاہلیت کی پیروی اور اسلام سے بغاوت میں اپنے غلط کار مردوں کی رفاقت کرنے کے لیے آمادہ ہیں یا نہیں؟ اگر آپ نے واقعی اسلام کو پسند کرلیا ہے تو پھر آپ کو اس سوال کا جواب لازماً نفی میں دینا ہوگا۔آپ کے لیے یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ دوسروں کی دنیا بنانے کے لیے آپ خود اپنی عاقبت خراب کرلیں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اِن شر الناس منزلة يوم القيٰمة
عبداذهب آخرته بدنيا غيره

قیامت کے روز بدترین حال اس شخص کا ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرلی۔

لہٰذا آپ اپنے مردوں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں۔ مسلمان خاتون ہونے کی حیثیت سے آپ شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے ہر ایک پر یہ واضح کر دیں کہ ہم اسلام کی اتباع میں آپ کی رفاقت کر سکتی ہیں لیکن اگر آپ کو اسلام کی حدود کی پابندی گوارا نہیں ہے تو آپ جانیں اور آپ کا کام، ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ آپ کی دنیا کے لیے اپنی آخرت بگاڑنے پر ہم تیار نہیں ہیں۔

دوسری طرف جن خواتین کے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے خدا اور رسول کی پیروی کرنے والے ہوں، ان کا کام یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ پورا تعاون کریں اور تکلیفوں میں ان کا ساتھ دیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص اسلام کی حدود کے اندر رہنے کا فیصلہ کرے گا وہ دولت کے کمانے میں ہر طرح کے مال پر ہاتھ نہیں مار سکتا، وہ حرام خوری نہیں کر سکتا، وہ حلال طریقوں سے محدود کمائی کر کے عیاشی کے سامان فراہم نہیں کر سکتا۔ پس مسلمان خاتون کو حلال کی تھوڑی کمائی پر قناعت کرنی چاہیے۔ اسلام پر چلنے والے باپوں، شوہروں، بھائیوں اور بیٹوں پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے کہ وہ ان کے لیے عیش و عشرت اور لطف و لذت کے سامان فراہم کریں۔ اس طرح دین حق کی اطاعت اور اس کو قائم کرنے کی کوشش میں مردوں کو بہت سی تکلیفوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور مسلمان خواتین کا فرض ہے کہ ان تکالیف میں اپنے حق پرست مردوں کی سچی رفیق ثابت ہوں۔

نازک وقت آرہا ہے

اس وقت ہمارے سامنے ایک بہت بڑے کام کا پروگرام ہے۔ ہمیں پاکستان میں اسلام کی حکومت قائم کرنا ہے اور یہ کام بہت بڑی جدوجہد کا مطالبہ کرتا ہے۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے تک اس ملک کے رہنے والے خودمختار نہ تھے لیکن ۱۵ر اگست کے بعد ہمارے ملک کی صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ اب اس ملک کے لوگ اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے میں پوری طرح مختار ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو اب یہ طے کرنا ہے کہ وہ اپنے لیے کس طریق زندگی کو، کس اصول کو، کس نظام حکومت کو پسند کرتے ہیں؟ اس سلسلہ میں آپ عنقریب دیکھیں گی کہ اس ملک میں ایک شدید کش مکش برپا ہونے والی ہے۔ ایک طرف وہ نام نہاد مدعیان اسلام ہیں جن کو صرف اسلام کا نام باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے، لیکن اس کو طریق زندگی کی حیثیت سے انھوں نے نہ قبول کیا ہے اور نہ قبول کرنے پر تیار ہیں۔ اسلام کے نام پر جو حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انھیں تو وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن جن پابندیوں کا اسلام مطالبہ کرتا ہے ان سے وہ خود بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں اور اپنے ملک کو بھی آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اوپر کافرانہ حکومت قائم رکھنے اور کافرانہ قوانین جاری رکھنے کے ارادے رکھتے ہیں۔ دوسری طرف ان کے مقابلے میں وہ سب لوگ

ہیں جو اسلام کو اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے پسند کرتے ہیں۔ان کی خواہش ہے کہ اس ملک میں اسلام کی حکومت قائم ہو اور اسلام کا قانون جاری ہو۔ ان دونوں طاقتوں کے درمیان عنقریب ایک کش مکش رونما ہونے والی ہے۔

اس موقع پر جس طرح مردوں کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسلام نما کفر کا ساتھ دیں گے یا حقیقی اسلام کی حمایت کریں گے ، اسی طرح مسلمان خواتین کو بھی یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالیں گی؟ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کش مکش میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔

بہر حال بہنوں اور ماؤں سے میں درخواست کروں گا کہ اپنے مستقبل کے طرز عمل کا سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔ اگر وہ اسلام کو دل سے چاہتی ہیں تو انھیں اس کش مکش میں اپنا پورا وزن حقیقی اسلام کے پلڑے میں ڈالنا ہوگا۔

حکومت اور رائے عام

یہ دور چونکہ جمہوریت کا دور ہے اس لیے حکومت کے مسلک کا انحصار عوام کی رائے پر ہے۔ حکومت کے اختیارات عوام کے دیئے ہوئے اختیارات ہیں۔ پس حکومت اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتی جب تک ہمارے عوام واقعی مسلم نہ ہوں۔ عام لوگ اگر اسلام کا کلمہ نہ پڑھیں اور خدا

کو اپنا حاکم و مالک نہ مانیں اور اسلام کو خود اپنے طریق زندگی کی حیثیت سے قبول نہ کریں تو کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ حکومت کلمہ پڑھ دے اور خدا کو حاکم مان کر اس کے دین کی پابند ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے عوام، جو مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں، اب جان بوجھ کر کلمہ پڑھیں اور نظام اسلامی کو اپنی زندگی کے لیے برضا و رغبت انتخاب کریں۔ جب وہ یوں کلمہ پڑھ کر اسلام اختیار کر لیں گے تو ان کی رائے سے جو حکومت بنے گی وہ حکومت بھی کلمہ گو حکومت ہوگی اور خدا کے آگے جھکنے والی اور اس کے قانون کو جاری کرنے والی ہوگی۔

اسلامی حکومت میں خواتین کے حقوق

اس سلسلہ میں چند باتیں مجھے آپ سے خاص طور پر کہنی ہیں۔ اسلامی حکومت کے متعلق عام طور پر یہ غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں کہ اگر کہیں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ایک بڑا تاریک دور ملک پر مسلط ہو جائے گا اور قوم کی ساری ترقی رک جائے گی۔

خصوصیت سے یہ چیز بھی کہی جاتی ہے کہ اسلامی نظام میں عورتوں کی پوزیشن گر جائے گی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو وہ عورتوں کے لیے بھی ویسی ہی برکت ثابت ہوگی جیسی مردوں کے لیے ہے۔ میں مختصر طور پر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلامی حکومت میں آپ

کی کیا پوزیشن ہوگی؟

ا۔ اسلام موجودہ زمانے کی جمہوریت سے سینکڑوں برس پہلے عورتوں کے حق رائے دہی کو تسلیم کر چکا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب عورت کی مستقل شخصیت ہی سے انکار کیا جاتا تھا کہ عورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ شیطان کی ایک ایجنٹ ہے ایسے تاریک دور میں اسلام نے سب سے پہلے عورت کی شخصیت کا اثبات کیا اور اسے اجتماعی معاملات میں رائے دینے کا حق بخشا۔ اسلامی حکومت میں ہر بالغ عورت کو ووٹ کا حق اسی طرح حاصل ہوگا جس طرح ہر بالغ مرد کو یہ حق دیا جائے گا۔

۲۔ اسلام عورتوں کو وراثت اور مال و جائداد کی ملکیت کے پورے پورے حقوق دیتا ہے۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی ملکیت کو صنعت و حرفت میں لگائیں اور اس سے جو نفع ہو اس کی بلا شرکت غیرے مالک ہوں، بلکہ اگر ان کے پاس وقت بچتا ہو تو ان کو اس کا بھی حق ہے کہ بطور خود کوئی کاروبار، کوئی محنت مزدوری کریں اور اس کی آمدنی کی ملکیت پوری طرح انھیں حاصل ہو۔ ان کے شوہروں اور باپوں کو ان کے املاک پر کسی قسم کے اختیارات حاصل نہیں ہیں۔

۳۔ اسلامی حکومت میں یہ ناقص ازدواجی قانون جو انگریزی دور میں یہاں رائج رہا ہے اور جس نے بہت سی مسلمان عورتوں کے لیے دنیا کی زندگی کو دوزخ کی زندگی بنا رکھا ہے، بدل دیا جائے گا اور اسلام کا حقیقی

قانون ازدواج جاری کیا جائے گا جو عورتوں کے حقوق و مفاد کی پوری پوری حفاظت کرتا ہے۔ یہ نام نہاد شریعت بل جو ابھی پاکستانی پنجاب کی اسمبلی میں پاس کیا گیا ہے، یہ پوری طرح شریعت کے قانون پر مشتمل نہیں ہے، بلکہ یہ قانون شریعت کی ایک مسخ شدہ شکل ہے۔ میری کتاب ''حقوق الزوجین'' اگر آپ کے مطالعہ میں آئی ہو تو آپ پر واضح ہو چکا ہوگا کہ مردوں اور عورتوں، دونوں کے جملہ حقوق و مفاد کی حفاظت اسلام کے قانون کے سوا اور کسی قانون میں نہیں ہے۔ اسلام کی حکومت میں ایسا ازدواجی قانون نافذ ہوگا جو آپ کی ساری شکایات ختم کر دے گا۔

۴ اسلامی حکومت میں عورتوں کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائے گا، جیسا کہ غلط فہمیاں پھیلانے والے لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے بلکہ ان کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ انتظام یقیناً آج کل کے گرلز اسکولوں اور گرلز کالجوں کے طرز پر نہ ہوگا اور مخلوط تعلیم کے اصول پر تو ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ اس میں اسلامی حدود کی پابندی کی جائے گی، مگر بہر صورت ہر شعبے میں اونچے معیار کی زنانہ تعلیم کے انتظامات ضرور کیئے جائیں گے۔ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ اسلام کی حدود کو اگر برقرار رکھنا ضروری ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ گرلز میڈیکل کالج چلائے جا سکیں؟ میں کہتا ہوں کہ اگر حکومت اسلام کا کلمہ پڑھ لے اور اسلام کے اصول پر کام کرنے کا فیصلہ کر لے تو ایسے ذرائع فراہم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے جن سے اسلامی

طرز کا ایک زنانہ میڈیکل کالج قائم کیا جاسکے۔ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ماہر اور تجربہ کار مسلمان لیڈی ڈاکٹرز جو ملک میں موجود ہیں، عورتوں کو ڈاکٹری تعلیم دینے پر مامور کردیں یا اگر بالفرض وہ فراہم نہ ہوسکیں تو ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنی قوم میں سن رسیدہ ڈاکٹروں کو جن کی سیرت قابل اعتماد ہو منتخب کرلیں اور ان کے سپرد یہ خدمت کریں کہ چند سال کے اندر اچھی لیڈی ڈاکٹرنیوں کا معتد بہ گروہ تیار کرلیں۔ پھر ہم عورتوں کو مردوں سے تعلیم دلانے کی ضرورت سے بے نیاز ہوجائیں گے۔

اسی طرح ہر دوسرے شعبے کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے بغیر اس کے کہ اسلامی حدود توڑنے کی کوئی ضرورت پیش آئے۔

۵۔ ہم مسلمان عورتوں کو ضروری فوجی تعلیم دینے کا بھی انتظام کریں گے اور یہ بھی انشاء اللہ اسلامی حدود کو باقی رکھتے ہوئے ہوگا۔ میں بارہا اپنے رفقاء سے کہہ چکا ہوں کہ اب قومیت کی لڑائیاں حد سے بڑھ چکی ہیں اور انسان درندگی کی بدتر سے بدتر شکلیں اختیار کر رہا ہے۔ ہمارا سابقہ ایسی ظالم طاقتوں سے ہے جنھیں انسانیت کی کسی حد کو بھی پھاند جانے میں تامل نہیں ہے۔ کل اگر خدانخواستہ کوئی جنگ پیش آجائے تو نہ معلوم کیا کیا بربریت ان سے صادر ہو۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو مدافعت کے لیے تیار کریں اور ہر مسلمان عو ت اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرنے پر قادر ہو۔ انھیں اسلحہ کا ا-ستعمال سیکھنا چاہیے، انھیں تیرنا آتا

ہو، وہ سواری کرسکتی ہوں۔ سائیکل اور موٹر چلاسکیں، فرسٹ ایڈ جانتی ہوں۔ پھر صرف اپنی ذاتی حفاظت ہی کی تیاری نہ کریں بلکہ ضرورت ہوتو جنگ میں مردوں کا ہاتھ بٹا سکیں۔ ہم یہ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسلامی حدود کے اندر کرنا چاہتے ہیں، ان حدود کوتوڑ کر نہیں کرنا چاہتے۔ قدیم زمانہ میں بھی مسلمان عورتوں نے اسلحہ کے استعمال اور مدافعت کے فنون کی تربیت حاصل کی تھی لیکن انھوں نے پورے فنون سپہ گری اپنے باپوں، بھائیوں اور شوہروں سے سیکھے تھے اور پھر عورتوں نے عورتوں کو تربیت دی تھی۔ اب یہ صورت بہ آسانی اختیار کی جاسکتی ہے کہ فوجی لوگوں کو اپنی محرم خواتین کی تربیت پر مامور کیا جائے اور پھر جب عورتیں کافی تعداد میں تیار ہو جائیں تو ان کو دوسری عورتوں کے لیے معلم بنا دیا جائے۔

مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا فرق

یہ چند امور میں نے مثال کے طور پر بیان کئے ہیں جن سے آپ اندازہ کرسکتی ہیں کہ اسلامی حکومت میں عورت کو محض گڑیا بنا کر نہیں رکھا جائے گا جیسا کہ بعض نادانوں کا گمان ہے بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ترقی کا موقع دیا جائے گا۔ بہر حال یہ ضرور سمجھ لیجئے کہ ہم عورت کو عورت ہی رکھ کر عزت کا مقام دینا چاہتے ہیں، اسے مرد بنانا نہیں چاہتے۔ ہماری تہذیب اور مغربی تہذیب میں فرق یہی ہے کہ مغربی تہذیب عورت کو اس وقت تک

کوئی عزت اور کسی قسم کے حقوق نہیں دیتی جب تک وہ ایک مصنوعی مرد بن کر مردوں کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لیے تیار نہ ہو جائے۔ مگر ہماری تہذیب عورت کو ساری عزتیں اور تمام حقوق عورت ہی رکھ کر دیتی ہے اور تمدن کی انہی ذمہ داریوں کا باراس پر ڈالتی ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کی ہیں۔ اس معاملہ میں ہم اپنی تہذیب کو موجودہ مغربی تہذیب سے بدرجہا زیادہ افضل اور اشرف سمجھتے ہیں اور نہایت مضبوط دلائل کی بنا پر یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہماری ہی تہذیب کے اصول صحیح اور معقول ہیں۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ صحیح اور پاکیزہ چیز کو چھوڑ کر ہم غلط اور گندی چیز کو قبول کریں۔ موجودہ زمانے کی مخلوط سوسائٹی سے ہمارا اختلاف کسی تعصب یا اندھی مخالفت کا نتیجہ نہیں۔ ہم پوری بصیرت کے ساتھ اپنی اور آپ کی اور پوری انسانیت کی اور تہذیب و تمدن کی فلاح و بہبود اسی میں دیکھتے ہیں کہ اس تباہ کن طرز معاشرت سے اجتناب کیا جائے۔ ہمیں صرف عقلی دلائل ہی سے اس کے غلط ہونے کا یقین نہیں ہے بلکہ تجربہ سے اس کے جو نتائج ظاہر ہو چکے ہیں اور دنیا کی دوسری قوموں کے اخلاق و تمدن پر اس کے جو اثرات مرتب ہو چکے ہیں، ان کو ہم جانتے ہیں۔ اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ ہماری قوم اس تباہی کے گڑھے میں گرے جس کی طرف ہمارے فرنگیت زدہ اونچے طبقے اسے ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اخلاق کھو چکے ہیں اور اب ساری قوم کے اخلاق برباد کرنے کے درپے ہیں۔

اس کے برعکس ہماری کوشش یہ ہے کہ ہماری قوم اور ہمارا ملک جو کچھ بھی ترقی کرے، اسلامی اخلاق کے دائرہ میں رہ کر کرے۔ مگر اپنی اس کوشش میں ہم اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہمارے بھائیوں کے ساتھ ہماری بہنوں کی مجموعی طاقت بھی ہماری تائید پر ہو۔

پورا اسلام یا پوری فرنگیت

اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ آپ فرنگیت چاہتی ہیں یا اسلام؟ ان دونوں میں سے ایک ہی کا آپ کو انتخاب کرنا ہوگا۔ دونوں کو خلط ملط کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ اسلام چاہتی ہوں تو پورے اسلام کو لینا ہوگا اور اپنی پوری زندگی پر اسے حکمراں بنانا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو صاف کہتا ہے کہ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً "تم پورے اسلام کے اندر آ جاؤ اپنی زندگی کا کوئی ذرا سا حصہ بھی میری اطاعت سے مستثنیٰ نہ رکھو۔" اگر یہ کلی اطاعت منظور نہ ہو اور کچھ فرنگیت ہی کی طرف میلان ہو تو پھر مناسب یہی ہے کہ آپ دعوائے اسلام کو ملتوی رکھیں اور جس راہ پر چلیں، نام بھی اسی کا لیں۔ آدھا اسلام اور آدھا کفر نہ دنیا ہی میں کسی کام کی چیز ہے اور نہ آخرت ہی میں اس کے مفید ہونے کا کوئی امکان ہے اور پھر اس مرکب پر اسلام کا لیبل ایک جھوٹ بھی ہے۔